www.novelsclubb.com
بہشت تک
از عفراء اعظم
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

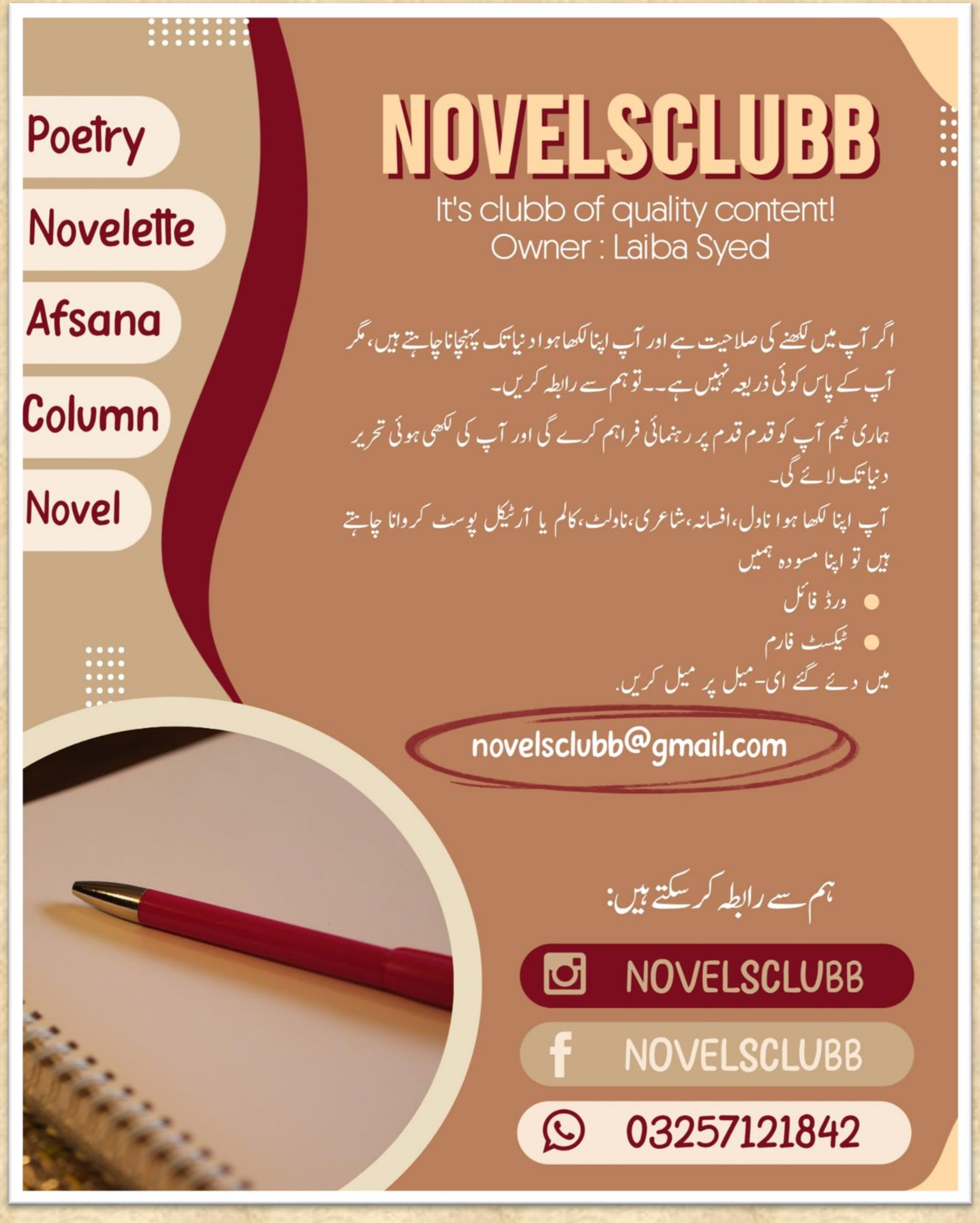
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کرسکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

بہشت تک

از قلم

عفراء اعظم

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ناول "بہشت تک" کے تمام جملہ حق لکھاری "عفراء اعظم" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

انتساب۔

میرے والدین کے نام جنہوں نے میری بہترین پرورش کی۔

اچھے برے کی تمیز سکھائی۔

میری امی جو میری خیر خواہ، میری رہبر، اور بہترین دوست ہیں۔

میرے ابو جو میرے لیے صحرا میں مانندِ سایہ دار شجر کے ہیں۔

"ممی اور ابی کے نام"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ؕ

اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

لاہور۔

سیاہ گاڑیاں لاہور کے سرمئی سڑک پہ دوڑ رہی تھی۔منظر گزرتے جا رہے تھے۔گاڑیوں کی چکاچوند کی وجہ سے راگیر ٹھہر ٹھہر کر دیکھ رہے تھے۔درمیان والی گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ دیکھو تو ایک مرد ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔آنکھیں موندیں ہوئیں تھیں،دائیاں ہاتھ سے ماتھا مسلتا چہرہ اضطراب زدہ لگ رہا تھا۔دفعتاً سنہری آنکھیں واہوئیں نظر سیدھا کلائی پہ بندھی برانڈڈ گھڑی پہ گئی تھی۔اگلے ہی لمحے اس خاموشی کو گھمبیر آواز نے نگلا۔

گاڑی تیز چلاؤ۔"ڈرائیور نے بغیر کچھ کہے رفتار مزید بڑھا دی۔اور ایک بار دوبارہ اسی گہری" خاموشی کا راج ہو گیا تھا۔

اگلی کچھ دیر میں گاڑی شان دار عمارت کے پارکنگ میں رکی۔عجلت میں گارڈز نے دروازہ کھولا تو وہ باہر نکلا۔اس کے اترتے ہی ارد گرد خوشبو پھیل گئی،مہنگی ترین،دلفریب سی خوشبو۔ایک ہاتھ میں سیل فون تھاما،اور دوسرے ہاتھ سے کوٹ کا بٹن بند کرتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر بڑھنے لگا۔اطراف میں مسلح گارڈز چل رہے تھے۔

تھری پیس سوٹ، گردن تک آتے بال، کشادہ پیشانی، صاف رنگت، سنہری آنکھیں، ہلکی داڑھی، اور اس کا لمبا قد، اس وجاہت سے بھرپور مرد نے لمحے بھر کو ٹھہر کر شان سے کھڑی اس عمارت پہ گہری نظر ڈالی، اور مستحکم چال چلتا اندرونی جانب بڑھ گیا۔

اندازہ لگانا مشکل تھا کہ اس کے نقوش اسے منفرد بناتے تھے، یا پھر اس کا یہ بے نیاز انداز؟ کیا لمبا قد ہر مرد پہ اس قدر جچتا ہے، یا ایک وہی ہینڈسم لگتا تھا؟ بال تو اوروں کے بھی خوبصورت لگتے ہیں، پھر اس کے بالوں میں ایسی کیا کشش تھی؟ بالوں کا سیاہ رنگ پر کشش تھا، یا گردن تک آتے آتے آخر میں جو کرل پڑتا تھا وہ دلفریب تھا؟

وہ خوبرو مرد وجیہہ تھا۔ اسے دیکھ کے جو پہلا لفظ ذہن میں آتا تو وہ "مکمل" ہے۔ لیکن اگر تم کسی آنکھوں کے پڑھنے میں ماہر انسان سے پوچھو تو وہ تمہیں بتائے کہ اس خوبرو مکمل سے مرد کی سنہری آنکھوں میں کچھ ادھورا سا ہے، نامکمل سا، جیسے کوئی حسرت ہو۔

خوش آمدید مسٹر آغا۔" استقبالیہ انداز میں صالح ابراھیم نے مصافحہ کرتے ہوئے اسے" پھولوں کا گلدستہ تھمایا۔

تھینکس۔" رسمی مسکراہٹ کے ساتھ بو کے لیا اور پیچھے اپنی سیکرٹری کو تھما دیا۔"

"السلام و علیکم مسٹر آغا۔"

و علیکم السلام مسٹر۔"اس مسکراتے لڑکے سے مصافحہ کرتے ہوئے جملے کے آخر تک" سنہری آنکھوں میں الجھن در آئی تھی۔

قیصر ابراھیم۔"اس کے تعارف پہ آغا نے مسکرا کر سر کو خم دیا،اور صالح ابراھیم کی تقلید" میں آگے میٹنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ پیچھے ہر طرف اس وجہیہ سے مرد کی شخصیت کا سحر پھیل گیا تھا۔

قیصر ابراھیم وہیں کھڑا انہیں دیکھتا رہا جب تک وہ لفٹ میں داخل نہیں ہو گئے۔

Clubb of Quality Content!

❀❀❀❀❀

اونچی پونی والی لڑکی لوٹ آئی تھی۔بیسمنٹ کی طرف بڑھتے قدم رکے، چہرے پہ اضطراب پھیلا۔آج قصر خاموش تھا۔وحشت زدہ سی غیر معمولی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔یہ کیسی خاموشیاں تھیں؟میر کا خاندان کہاں تھا؟وہ یہی سوچ کر اطراف میں دیکھ رہی تھی کہ ملازمہ نے مؤدب انداز میں اطلاع دی۔

"میڈم شیر دل سر نے آپ کو یاد کیا ہے۔"

کیا باس آگئے ہیں؟"یہ سوال بے ساختہ تھا۔"

نہیں"ملازمہ یک لفظی جواب دے کر آگے بڑھ گئی۔وہ بھی گہری سانس بھر کے زینے چڑھتی اوپری منزل کی طرف جانے لگی، لمحہ بہ لمحہ چہرے پہ اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔

❀❀❀❀❀

بریرہ بنتِ صالح سنجیدگی کے ساتھ کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی، سرمئی آنکھیں پھولے گالوں والی لڑکی کے چہرے پہ ٹکی تھیں جو کچھ کہہ رہی تھی۔

"تم کہہ رہی ہو بڑے ابا نے کہا کہ وہ مر چکا ہے۔"

"ہمم۔"

بریرہ بڑے ابا نے کہا اور تم نے مان لیا؟"مصنفہ کا انداز پر سوچ لگ رہا تھا۔جیسے یہ نا قابلِ یقین بات ہو۔

نہیں۔"انداز کھویا کھویا تھا۔"

بریرہ پلیز اس پہیلی کو سلجھاؤ۔ عجیب!"التجائیہ انداز میں بات کرتے کرتے آخر میں جھنجلا سی گئی تھی۔سامنے بیٹھی سنجیدہ سی لڑکی نے ٹیک چھوڑا تھوڑا آگے کو جھکی لب وا کیے ترتیب وار الفاظ ادا ہوئے۔

"وہ زندہ ہے۔"

ابھی تو تم کہہ رہی تھی وہ مر چکا ہے۔"دو دو ہزار صفحوں کی کتاب لکھنے والی لڑکی اسے سمجھنے " سے قاصر تھی۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

عقل! میں نے کہا تھا بڑے ابا نے کہا وہ مر چکا ہے۔"زنیرہ کا چہرہ غضب کے مارے سرخ " پڑ گیا۔آنکھیں بند کر کے اس نے چند گہرے سانس بھرے،ورنہ بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنی دوست کو دنیا سے ہی غائب کر دے۔

دو دنوں سے اس سے رابطہ کیوں نہیں ہو پا رہا؟"خفا خفا سے انداز میں سنجیدہ سا سوال داغا۔"

مجھے خود نہیں پتہ۔"کیا وہ واقعی انجان تھی؟ زنیرہ چند لمحوں تک اسے مشکوک نظروں سے گھورتی رہی پھر سر جھٹک کر چہرے کے گرد لپٹا میرون اسکارف کھولا۔ باورچی خانے میں ہنوز نیم اندھیرا تھا۔

"تمہیں لگتا ہے ہم اسے ڈھونڈ پائیں گے۔"

ہاں۔"یک لفظی جواب دے کر اس نے زنیرہ کے سامنے رکھا آئسکریم باؤل اٹھایا اور واش بیسن کی طرف بڑھ گئی۔

تیس سال ہو گئے ہیں وہ کسی کو نہیں ملا تو ہم کیسے ڈھونڈ لیں گے۔"انداز میں مایوسی، ناامیدی سی تھی۔

Clubb of Quality Content

تیس سالوں میں کسی نے ڈھونڈا بھی تو نہیں اسے۔"وہ باؤل دھوتے ہوئے مصروف سی بولی زنیرہ کی طرف اس کی پشت تھی، مگر اسے یوں لگا جیسے وہ اداس سی ہو گئی ہو۔

کیا زہری خاندان اسے قبول کرے گا؟"وہ کسی خدشے کے تحت پوچھ گئی۔ اسٹینڈ پہ باؤل رکھتی بریرہ نے اسے مڑ کر دیکھا، اسی لمحے کرسی پہ بیٹھی لڑکی نے پونی کھینچی تو اس کے بھورے ریشمی بھورے بال کمر پہ بکھرتے گئے۔ سرمئی آنکھوں میں اس کا یہ عمل دیکھ کر

ناپسندیدگی در آئی تھی، بغیر اس ناپسندیدگی کی پرواکیے وہ مسکراتے ہوئے دوبارہ انہیں جکڑ کر اونچی پونی بنانے لگی تھی۔

تمہیں اتنی عقل نہیں ہے کہ کچن میں بال نہیں کھولتے۔"اس کے ڈپٹنے پہ وہ میناسا مسکرا" دی، بریرہ نفی میں سر ہلاتی کچن سے باہر نکلی وہ بھی مسکراتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے نکلی تھی۔دونوں باہر نکل گئیں۔

آخری سوال نظرانداز ہو گیا تھا، یا پھر جان بوجھ کے نظرانداز کر دیا گیا تھا۔مگر زبان سے نکلے وہ الفاظ اس نیم اندھیر باورچی خانے کی فضا میں امر ہو گئے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

❁❁❁❁❁

اوپری منزل پہ بھی خاموشی چھائی تھی۔آخری زینے پہ ٹھہر کے اس نے اضطراب ذدہ سی نظر ڈالی۔ابھی وہ بائیں طرف والے کمرے پہ دستک دیتی کہ وہاں سے گزرتے گارڈ نے دوسری طرف والے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔وہ اچھنبے سے جعفر کے کمرے کی طرف بڑھی۔ذہن میں اس کی صبح والی بے بس سی شبہیہ لہرائی، دل تیزی سے دھڑک اٹھا۔مگر

تاثرات سپاٹ سے ہو گئے تھے۔ آہستہ سے دروازہ وا کر کے وہ اندر داخل ہوئی، سامنے کا منظر دیکھ کر وہ لمحے بھر کو سانس بھی نہیں لے سکی تھی۔ سامنے بیڈ پہ خاندان کا سب سے مظبوط ستون بے سدھ پڑھا تھا۔ ایک ہاتھ پہ ڈرپ لگی تھی پاس بیٹھا یوسف اس کے بال سہلا رہا تھا، مسفرہ کبرڈ سے ٹیک لگائے ہاتھ سینے پہ باندھے کھڑی تھی، چہرے پہ پریشانی اور آنکھوں میں زمانے بھر کا دکھ سمٹا ہوا تھا۔ اس پر سوز ماحول میں بھی ایک وجود ایسا تھا جو شدید مشتعل دکھ رہا تھا۔ اقراء ساکت سی کھڑی تھی، حیران پریشان سی، ابھی وہ کچھ کہتی، پوچھتی، کوئی سوال، وضاحت اس سے پہلے ہی مشتعل سا شیر دل آگے بڑھا۔

کہاں تھی تم صبح سے؟" اس کا لہجہ سخت جارہانہ تھا۔ اقراء نے ناگواری سے اسے دیکھا۔ بھلا" اس سے پہلے اس نے کب ایسے بات کی تھی؟ لیکن کوئی اسے یہ بھی تو بتائے کہ بھلا آج سے پہلے کب میر کا خاندان یوں بکھرا تھا؟

شیر دل یہ کونسا طریقہ ہے بات کرنے کا؟" اس کا انداز شیر دل کو مزید مشتعل کر گیا تھا۔"

تم ہو کون مجھے طریقے سلیقے سکھانے والی؟" اس کے یوں چلانے پہ وہ بے ساختہ ایک قدم" پیچھے لے گئی۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ لڑکیوں سے اونچی آواز میں بات نہیں کی جاتی۔ نظروں نے

Clubb of Quality Content

بے اختیار اس شخص کو ڈھونڈنا چاہا تھا جس نے ہمیشہ عزت دی، لیکن وہ تو بے سدھ پڑا تھا۔

مسفرہ اسی حالت میں کھڑی تھی، اور یوسف بھی، جیسے ان کو کچھ سنائی یاد کھائی ہی نہیں دے رہا ہو۔

تمہاری وجہ سے۔۔۔۔"شیر دل مزید کچھ تلخ بولتا کہ نقاہت سے بھرپور آواز آئی تھی۔"

تم یہ کس طرح بات کر رہے ہو؟"وہ سب دنگ رہ گئے تھے۔سامنے کھڑی لڑکی گویا پتھر کی ہو گئی تھی۔وہ موت کے منہ سے نکلا تھا، اور نکلتے ہی قاتل کی طرفداری کر رہا تھا۔کیا وہ پاگل تھا؟"

وہ سب اس کی جانب مڑے جو بغیر ہاتھ میں لگی ڈرپ اور بخار کی پرواہ کیے اٹھنے لگا تھا۔مسفرہ ٹیک چھوڑ کر تیزی سے آگے بڑھی۔

جعفر لیٹے رہو۔"شیر دل کا لہجہ سخت تھا۔جعفر نے سخت تیوروں سے اسے گھورا۔"

اس معمولی سے بخار کے لیے اتنا تماشہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"اس کا اشارہ ان سب کا" اپنے کمرے میں جمع ہونے اور ڈاکٹر کی طرف تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

معمولی سا بخار؟"مسفرہ تو چیخ پڑی تھی۔ مسلسل تین گھنٹے بے ہوش رہنے کے بعد وہ آدمی ہوش میں آ کے کہہ رہا تھا معمولی بخار۔

اس معمولی بخار نے تمہیں جہنم رسید کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"یوسف نے" اس کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہا۔ جعفر نے شاید سنا ہی نہیں اس کی نظریں تو سامنے ٹکی تھیں جہاں سے وہ اونچی پونی والی لڑکی جا رہی تھی۔اس نے اتنا بھی نہیں پوچھا کہ جعفر کیا حال ہے؟اس بے رخی پہ بائیں جانب گوشت کے لوتھڑے میں سخت چبھن ہوئی تھی۔وہ مزید کوئی بات کیے بنا سر تکیے پہ گرا گیا۔ جیسے دل اچاٹ سا ہو گیا ہو۔

تم اس لڑکی کی طرفداری کر رہے تھے جس کی اکڑ ہی ختم نہیں ہو رہی۔"اس نے ذرا سی" گردن موڑے مشتعل سے شیر دل کو دیکھا۔

شیر دل آئندہ ان کے لیے اس لہجے میں بات نہیں کرنا۔"وہ سخت انداز میں تنبیہ کر کے" کسرتی بازو آنکھوں پہ رکھ گیا، گویا بات ہی ختم کر دی۔ شیر دل بھی بغیر کچھ کہے لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اقراء ناصر کا گلہ دبا دے۔ مسفرہ بھی تھوڑی دیر بعد نکلی یوسف ادھر ہی کچھ فاصلے پہ بیٹھا رہ گیا تھا۔

کمرے کا ماحول گھٹن زدہ ہو رہا تھا۔ مگر پروا کسے تھی؟

میر کہاں تھا؟ کوئی اسے بتائے کہ اس کا خاندان ٹوٹنے لگا ہے۔

❁❁❁❁❁

میٹنگ خوشگوار رہی تھی۔ بغیر کسی بدمزگی کے تمام معاملات طے پا گئے تھے۔ میٹنگ کے بعد صالح ابراھیم کے آفس میں وہ بہت دیر تک صالح اور قیصر کے ساتھ بیٹھا رہا تھا۔ قیصر ابراھیم کی خوشی سنبھلے نہیں سنبھل رہی تھی وہ آغا سے ملا تھا۔ آغا اصفہان سے ملاقات کیا یہ کوئی عام بات تھی؟ نہیں اس کے لیے تو بالکل نہیں تھی۔

وہی صبح والے حلیے میں شہادت کی انگلی میں کی چین گھماتا وہ لاؤنج میں داخل ہوا، چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔ تیزی سے دو دو زینے پھلانگتا وہ بریرہ کے کمرے کی جانب بڑھا، مسکراہٹ لبوں سے جدا ہونے سے انکاری تھی۔ وہ ابھی تک فین مومنٹ میں تھا۔ عجب خواب کی سی کیفیت تھی، کہ اپنے آئیڈیل سے مل کر آ رہا ہے۔ افففف خدایا ایسا کیا کرے کہ اسے یقین آ جائے کہ وہ آغا سے مل کر آ رہا ہے۔ جسم میں عجب سرشاری دوڑ گئی تھی۔

آپی۔۔۔"تیز تیز زینے پھلانگنے اور خوشی کے مارے اس کا سانس پھول چکا تھا۔"

آپی! بریرہ آپی۔"گہرے سانسوں کے درمیان اسے پکارتا ہوا کمرے میں داخل ہوا تو وہ" کمرہ خالی تھا۔وہ تیزی سے بالکونی کی طرف بڑھا تو کمرے کی مکین حسبِ توقع وہیں پہ تھی۔وہ جھک کر شاور سے گملوں میں رکھے پودوں کو پانی دے رہی تھی۔ہر سو گلاب، موتیا، چنبیلی کی مسحور کن خوشبو اپنا سحر پھیلائے ہوئے تھی۔ان پودوں کے آگے کوئی کچھ بھی نہیں تھا۔ پہلے یہ پھول اور باقی سب بعد میں آتا ہے۔یہ کھلکھلاتے پھول اس سرمئی آنکھوں والی لڑکی کی محبت تھے۔وہ ان کا اس طرح خیال رکھتی تھی جیسے ایک ماں اپنی اولاد کا رکھتی ہے۔

آپی آپ کو پتہ ہے میں کس سے مل کر آرہا ہوں۔"وہ خوش تھا اور یہ خوشی اس کے لہجے" سے چھلک رہی تھی۔پودوں کو پانی دیتی بریرہ نے زرا سی گردن ترچھی کیے اس کا پر مسرت چہرہ دیکھا، اور نفی میں سر ہلا کر دوبارہ پودوں کی جانب متوجہ ہوگئ۔

"آپی میں آغا سے ملا ہوں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مبارک ہو۔"رسمی انداز۔قیصر نے اسے حیرت سے دیکھا،وہ آغا سے مل کر آرہا ہے اور وہ" بے تاثر سا کہہ رہی ہے مبارک ہو۔کوئی جوش نہیں؟وہ تیزی سے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام گیا۔

آپی آغا اصفہان،آغا کمپنی کا سی ای او۔"اسے لگا تھا شاید اس نے سنا نہیں۔"

جانتی ہوں۔"قیصر کی آنکھوں میں خفگی در آئی.اس کے ہاتھ چھوڑ کر اس نے ایک قدم" پیچھے لیا،وہ آغا سے مل کر آرہا تھا،آغا کمپنی کے اونر سے۔وہ اپنے آئیڈیل سے ملا تھا،ابھی تک فین مومنٹ میں تھا،پرجوش،بے یقین سا،وہ چاہتا تھا بریرہ بھی خوش ہو جائے لیکن اتنا ٹھنڈا ردِ عمل دیکھ کے اس کا خفا ہونا تو بنتا تھا نا؟

کیا آپ کو کوئی فرق نہیں پڑا؟"اس کے بچکانہ سوال پہ بریرہ مسکرا دی۔شہرِ لاہور کا سورج" غروب ہونے کو تھا،شفق پھیل گئی تھی،یوں بالکونی سے نظر آتے سامنے آسمان پہ بکھرے رنگ دل موہ لینے والے تھے۔

قیصر میرے بھائی!تم اسے آئیڈیلائز کرتے ہو میں نہیں۔"سرمئی آنکھوں والی لڑکی کی" نظریں ہنوز پھولوں کو تک رہی تھی۔بکھرے بالوں والا لڑکا دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا ہو گیا

Clubb of Quality Content

تھا۔ نظریں سامنے غروبِ آفتاب کے منظر پہ تھیں۔چرند پرند سب اپنے اپنے آشیانوں کو لوٹ رہے تھے۔

وہ آپ کو کیوں نہیں پسند؟"بریرہ نے گہری سانس بھر کے اپنا رخ اس کی جانب کیا،اب وہ" دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔سامنے غروبِ آفتاب کا دلفریب منظر اس کی پشت پہ عدم ہو گیا تھا۔

سب سے پہلے تو یہ جان لو کہ یہ لازمی نہیں ہوتا کہ جو ہمیں پسند ہو اسے دوسرے بھی پسند" کریں۔"اس نصیحت پہ قیصر نے منہ بسورا۔

آپ کو وہ کیوں نہیں پسند؟"لہجہ خود بخود متجسس ہو گیا تھا۔"

اس آدمی سے مجھے عجیب نیگیٹیو وائبز آتی ہیں۔"دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا لڑکا ششدر رہ" گیا۔جھٹکے سے ٹیک چھوڑی،ماتھے پہ بکھرے بھورے بال ہاتھ کی ہتھیلی سے پیچھے کیے۔

لیکن کیوں؟آپ تو اس سے کبھی نہیں ملی۔"انداز میں بے چینی تھی۔سرمئی آنکھوں والی" لڑکی نے کندھے اچکائے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں نے اسے تصاویر اور ویڈیوز میں دیکھا ہے اور مجھے یقین ہے جو یہ آدمی دکھتا ہے وہ ہے نہیں۔" سامنے کھڑے لڑکے کی آنکھیں اس بے اعتباری پہ سکڑیں پھر وہ بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔

"وہ شاندار شخصیت کا مالک بزنس مین اور لاہور کا شریف شہری ہے۔" قیصر اسے وہی بتا رہا تھا، جو وہ جانتا تھا، جو دنیا جانتی تھی۔

"ہاں ہو گا لیکن مجھے نہیں لگتا۔" لاپروائی سے کندھے اچکا کر وہ اپنا رخ سامنے کی طرف کر گئی، نظریں دور کئی غروب ہوتے سورج کے پہ ٹکی تھی۔

"آپ اس پہ شک نہ کریں وہ۔" سامنے کھڑے مداح نے دفاع کرنا چاہا، وہ لڑکی سخت بدمزہ ہوئی تھی۔ اس کا بھائی آغا کو آئیڈیلائز کرتا ہے اتنا تو ٹھیک ہے مگر یہ کیا کہ اس کے خلاف ایک بات نہ سن سکے۔ وہ مزید چند قدم آگے بڑھ کر اس کے مقابل ٹھہری، دونوں ہاتھ سینے پہ باندھے سرمئی آنکھیں سیاہ آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔

"قیصر ابراھیم ضروری نہیں ہے کہ آپ کا پسندیدہ شخص سب کا پسندیدہ ہو۔ آپ جسے پسند کرتے ہو وہ بھی انسان ہے اور جس سے اپنے پسندیدہ شخص کے بارے میں بات کر رہے ہو وہ

بھی انسان ہے۔اگر آپ میں اتنا حوصلہ نہیں ہے کہ اپنے پسندیدہ شخصیت کے برائے میں منفی رائے سن سکو تو بہتر یہی ہے کہ اس کے بارے میں کسی سے بات ہی نہیں کیا کرو۔"وہ حامد کھڑے قیصر کا گال تھپتھپا کر اندر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔سامنے کا منظر کھل گیا۔ شفق کے رنگ ہنوز بکھرے ہوئے تھے۔فضاء بھی معطر تھی۔قریبی مساجد سے آتی مغرب کی صداؤں نے اسے مزید سحر زدہ سا کر دیا تھا۔

آؤ نماز کی طرف۔""آؤ نماز کی طرف۔"ساکت و جامد کھڑے قیصر کے وجود میں مؤذن" کی پر سوز آواز نے جنبش سی بھری۔

آؤ فلاح کی طرف۔""آؤ فلاح کی طرف۔"وہ سر جھٹک کر باہر نکلا۔رخ قریبی مسجد کی" جانب تھا۔

آغا ایک عام سا شہری اور بزنس مین ہے،اب یہ ضروری تو نہیں کہ ہمیشہ بریرہ بنتِ صالح کی" گٹ فیلنگ درست ثابت ہو۔"وضو خانے کے نلکے سے ہٹ کر وہ خود سے ہمکلام پینٹ کے پائنچے موڑتا مسجد میں داخل ہو رہا تھا۔جہاں جماعت کھڑی تھی اور اقامت کہی جا رہی تھی۔

ٹھیک اسی وقت ابراھیم ہاؤس کی اوپری منزل کے اسی کمرے میں جھانکو تو وہ سرمئی آنکھوں والی لڑکی نماز کی چادر اوڑھے سجدے میں جا رہی تھی، اس کی نماز میں ایک ٹھہراؤ سا تھا، سکون اطمینان سا۔

اور ٹھیک اسی وقت یہاں سے دور جاؤ، تو یہ منظر ایک اندھیرے میں ڈوبے کمرے کا تھا۔ بند دروازہ، کھڑکیوں پہ گرے پردے، اس اندھیر کمرے میں واحد روشنی کا زریعہ سامنے لگی ایل سی ڈی تھی۔ کوئی شخص صوفے پہ ٹیک لگائے بیٹھا تھا دونوں بازو سر کے پیچھے رکھے ہوئے تھا۔ اسکرین کی روشنی میں قریب سے جا کے دیکھو تو معلوم ہوتا کہ وہ آنھیں موندے ہوئے تھا، وہ تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔

اس اندھیر کمرے کی فضا کو "غلام علی" کی آواز نے پر سوز کر دیا تھا۔

رفتہ رفتہ وہ میری ہستی کا ساماں ہو گئے "

"پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں ہو گئے

اس کے لب ہل رہے تھے، شاید وہ گلوکار کے پیچھے پیچھے گنگنا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد سیاہ آنکھوں پہ حائل پردہ ہٹا، کسرتی بازو سیدھے کیے، صوفے سے ٹیک چھوڑ کے اٹھا، اور بیڈ پہ جوتوں سمیت اوندھے منہ گر گیا تھا۔ کمرے میں ہنوز "غلام علی" کی آواز اپنے سحر بکھیر رہی تھی۔

یہ آدمی ادھر اردو غزلیں سن رہا ہے اور وہاں اس کا خاندان ٹوٹنے لگا ہے۔ اس کا "تخت" منتظر ہے۔

کوئی اسے بتاؤ کہ کچھ وقت کے لیے وہ منظرِ عام سے کیا ہٹا کہ سب بکھرنے لگا ہے۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

❀❀❀❀❀

قلات۔

قلات کے فلک نے سیاہ چادر اوڑھ لی تھی۔ یہ پھولوں میں گھرا مینشن دور سے ہی واضح تھا۔ آس پاس کے اندھیروں میں اس کی روشنیاں ایک الگ ہی چکا چوند کا منظر پیش کر رہی تھی۔

دیکھنے والے سمجھ ہی نہیں پاتے کہ یہ دن کے اجالوں میں پرکشش لگتا ہے یا رات کے اندھیرے اسے مزید دلفریب کر دیتے ہیں۔ سیاہ فارچونر کے ہارن پہ پہرے دار نے سفید دروازہ وا کیا، وہ سیاہ گاڑی اور کئی گارڈز سے بھری گاڑیاں مینشن میں داخل ہوئیں۔ کچھ فاصلے پہ کھڑے گارڈز نے جلدی سے آگے بڑھ کے گاڑی کے دروازے وا کیے داؤد فیروز نے بھورے قیمتی جوتوں میں مقید پاؤں زمین پہ دھرے، ایک سرسری نظر آس پاس ڈالی۔ چاروں طرف فاصلے فاصلے پہ باوردی مسلح گارڈز کھڑے تھے۔ وہ باوقار انداز میں چلتا اب مینشن کے اندر جا رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سفید کاٹن کا سوٹ، شانوں پہ ڈالی گئی شال، بھورے برانڈڈ جوتے، کلائی میں قیمتی گھڑی میں ملبوس وہ پرکشش و باوقار لگ رہا تھا۔ انداز میں ایک رعب سا تھا۔ چلنے کا ایک الگ ہی منفرد انداز تھا۔ وہ خاندان کا سب سے خوبرو مرد تھا۔

یہ کچھ دیر بعد کا منظر تھا۔ وہ فریش سا کھانے کی میز پہ آیا۔ سب کھانے کی میز پہ جمع ہونے لگے تھے۔ کھانا رکھا جا رہا تھا۔ فیروز زہری میز کی جانب آ رہے تھے۔ سلیمان فیروز آ چکا تھا، کچھ دیر میں بڑے ابا بھی آ چکے تو کھانا شروع کیا گیا۔ سب ویسا تھا۔ وہی چکا چوند، وہی لوگ،

وہی روٹین، سب ویسا تھا۔ لیکن جانے کیوں کچھ ادھوراپن سا لگ رہا تھا۔ خالی خالی سا محسوس ہو رہا تھا۔ سیاہ آنکھوں نے اطراف کا جائزہ لیا اور اس ادھورے پن کو تلاشنا چاہا۔ تو اس لمحے اس وجیہہ سے مرد پہ انکشاف ہوا تھا کہ یہ ادھوراپن بریرہ بنتِ صالح کی ناموجودگی کا ہے۔

اس ہولناک انکشاف پہ زہری مینشن کی فضاء دم سادھ گئی، داؤد فیروز ساکت رہ گیا تھا، گرم گرم چپاتی کا لقمہ منہ میں لے جاتے ہاتھ ٹھہر گئے، لقمہ منہ میں لے جانے کے لیے لب جو وا ہوئے تھے وہ وہیں ساکت رہ گئے، لمحہ بھر کو سیاہ آنکھیں اپنے حجم سے بڑی ہوئیں۔ وہ اس لڑکی کو سوچ رہا تھا، جسے کل وہ طلاق کی دھمکی دے چکا تھا۔ اگلے ہی لمحے وہ مسکرا دیا تھا، دل تو چاہ رہا تھا اس مذاق پہ قہقہ لگائے مگر سب کا خیال کرتے مسکرا دیا۔ تمسخرانہ مسکراہٹ۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

یوں جیسے اس لڑکی میں ایسا کیا ہے کہ داؤد فیروز اسے یاد کرے؟

سب واپس اپنی مدار میں آگیا پہلے کی طرح۔ اسے بس کچھ دیر کو کچھ لمحوں کے لیے بریرہ بنتِ صالح یاد آئی تھی۔ جسے سر جھٹک کر وہ بھول بھی گیا۔ مگر سوال یہ تھا کہ کچھ دیر کے لیے ہی سہی وہ یاد آئی بھی تو کیوں؟

لاہور۔

شہرِ لاہور پہ سرد موسم اترا تھا، بھٹے، ابلے انڈے، مونگ پھلی، یخنی، خشک میوہ جات کے مختلف ٹھیلے لاہور کی سڑکوں، گلیوں پہ پھیل چکے تھے۔ عوام سرِ شام ہی باہر نکل آتی، سردی سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ، سردی کی سوغات سے بھی بھرپور لطف اندوز ہوتی۔

اس وقت لاہوری عوام کو نظرانداز کرکے ابراھیم ہاؤس کی اوپری منزل میں دیکھو، تو وہ گھٹنوں تک لحاف ڈالے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے مکمل اپنے من پسند ماحول میں مطالعے کی دنیا میں کھوئی ہوئی تھی۔

دسمبر کی سرد راتیں، ماہِ کامل کی سرد چاندنی، کافی کا مگ، گرم گرم لحاف، اور من پسند کتاب۔

بالکونی کی طرف کھلتا دروازہ آدھا کھلا ہوا تھا، پردے بھی ہٹے ہوئے تھے۔ کمرہ سرد تھا۔ کھلے دروازے سے "رات کی رانی" کی میٹھی میٹھی خوشبو آرہی تھی جس نے کمرے کو دلفریب سا معطر کیا ہوا تھا۔

وقفے وقفے سے کافی کے گھونٹ بھرتی وہ محویت کے ساتھ مطالعہ کر رہی تھی۔ دماغ ہر قسم کی سوچوں سے آزاد مصنف کے لفظوں کے سحر میں کھویا ہوا تھا۔ دفعتاً دروازے پہ دستک ہوئی، سرمئی آنکھیں سکڑیں، پر کشش نقوش تن گئے تھے۔ مطالعے میں خلل اسے سخت ناگوار گزرا تھا۔

بدمزہ ہوتے اس نے اندر آنے کی اجازت دی۔ قیصر ابراہیم کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر وہ کتاب کو بند کر کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھ گئی۔ کتاب رکھنے کے بعد اب احساس ہو رہا تھا کہ کمرہ اچھا خاصہ سرد ہو گیا ہے۔ ایک بے بس سی نظر کتاب پہ ڈال کر وہی سے اپنا موبائل اٹھاتے اس نے لحاف کو مزید کھینچ کر خود کو چھپایا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سامنے دیکھو تو قیصر نے سیاہ جیکٹ کے جیبوں میں دونوں ہاتھ اڑسے ہوئے تھے، بالکونی کا کھلا دروازہ دیکھ کر اس نے موبائل میں مصروف بریرہ کو ایسے دیکھا جیسے کسی پاگل کو دیکھ لیا ہو۔ اگلی نظر سائیڈ ٹیبل پہ رکھی کتاب پہ گئی، تو نفی میں سر ہلا کر اس نے بالکونی کا دروازہ بند کر کے پردے برابر کیے۔ اب وہ سامنے صوفے پہ بیٹھ رہا تھا، بریرہ بھی سیل فون سائیڈ ٹیبل پہ رکھ کے مکمل اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

آپ "الرحیق المختوم" کا مطالعہ کر رہی تھیں؟" اس کے لہجے میں حیرت جھلک رہی تھی۔"

بریرہ نے فقط اثبات میں سر ہلایا۔

دوسری بار بھی اس قدر محویت سے پڑھ رہی ہیں" اب کے لہجے میں ستائش تھی۔"

دوسری نہیں تیسری۔" لحاف میں دبکی لڑکی نے تصیح کرنا فرض سمجھا، اور اس تصیح پہ" صوفے پہ ٹانگیں اوپر کر کے بیٹھے لڑکے کی آنکھیں اپنے حجم سے بڑی ہوئیں۔

تیسری۔" خود سے ہمکلامی کر کے گویا خود کو یقین دلانے کی کوشش کی۔"

"اکتاہٹ نہیں ہوتی؟ ایک ہی کتاب، وہی موضوع، وہی لفظ بار بار پڑھتے ہوئے؟"

بار بار کہاں؟ ابھی تو بس تیسری دفعہ ہے۔" قیصر ابراھیم نے آنکھیں میچ کے کھولیں، وہ" کہتا ہے بریرہ نارمل نہیں ہے۔ آخر کوئی اس کی بات کیوں نہیں مانتا؟ اتنی موٹی کتاب وہ لڑکی تیسری بار پڑھ رہی ہے، اور کہتی ہے بار بار کہاں؟ کیا نارمل لوگ ایسے ہوتے ہیں؟ سر جھٹک کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا جو کہہ رہی تھی۔

الرحیق المختوم کا موضوع اتنا جامع اور وسیع ہے، کہ ہر بار پڑھنے پہ مجھ پہ زندگی کے نئے پہلو" آشکار ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ جو ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں، ان کی زندگی کو قلمبند کرنے

کی کوشش کی گئی ہے۔ میرے نبی ﷺ کی پیدائش سے بھی قبل ان کے جدامجد سے لے کر حضور ﷺ کے وصال تک کے واقعات مستند لکھے ہوئے ہیں۔ جن میں شک کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ کیا یہ کتاب معمولی ہو سکتی ہے؟"اس کے لہجے میں عجب محبت، شیرینی تھی۔ سرمئی آنکھیں عقیدت سے بھرپور تھیں۔ کمرے میں "رات کی رانی" کی خوشبو اب مدھم پڑ رہی تھی۔ اس کی جگہ بریرہ بنتِ صالح کے الفاظ کا سحر پھیل رہا تھا۔

"مجھے بھی یہ کتاب پڑھنی ہے۔"

یہ عربی میں ہے۔"سامنے بیٹھے لڑکے کے تاثرات مایوس سے ہو گئے تھے۔ چند لمحے" خاموشی ٹھہری رہی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ایک منٹ دیکھتی ہوں، مجھے لگتا ہے اس کا جو اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے، وہ ایڈیشن بھی ہے" میرے پاس۔"بولتے ہوئے لحاف ہٹائی، اس کا رخ اس سحر انگیز کمرے کی جانب تھا۔ جہاں کتابوں کا جہاں آباد تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکلی، ہاتھ میں وہی پیلے سرورق والی کتاب تھی۔ جس کے سرورق پہ "الرحیق المختوم" درج تھا۔

کتاب تھامتے ہوئے قیصر ابراھیم کے چہرے پہ عقیدت تھی۔وہ اس کے پنے الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ہونٹوں پہ مسکراہٹ اور سیاہ آنکھوں میں چمک سی تھی۔

❁❁❁❁❁

دو دن بعد۔

یہ آغا سے میٹنگ کے دو دن بعد کا دن ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

منظر ایک اسٹڈیو کا ہے۔سفید دیواریں، بھورے رنگ کی گول میز جس کے دونوں اطراف میں کرسیاں رکھیں تھیں،مائیک سیٹ تھے، کرسیوں پہ بیٹھے نفوس کے سامنے کافی کے مگ رکھے ہوئے تھے،سامنے والی کرسی کے عین پیچھے جلی حروف میں "خاموش مسائل "لکھا ہوا تھا۔اسی کرسی پہ ایک لڑکا بیٹھا نظر آئے گا۔نیلی گول گلے والی ٹی شرٹ،اس پہ سیاہ جیکٹ،شرٹ کے ہم رنگ پینٹ، جیل سے سیٹ کیے گئے بال،عام سے نقوش،وہ لگ بھگ

بیس، بائیس سال کا لگ رہا تھا، غالباً وہ کوئی یوٹیوبر تھا۔ کیمرے کی آنکھ میں دیکھ کر وہ کہہ رہا تھا۔

اسٹڈیو کی ٹائم مشین پہ وقت ہوا چاہتا ہے دس بج کے بائیس منٹ۔ سال کے تین سے پینسٹھ "دنوں میں شمار ہوتا دن تین سو بائیس۔ تھامیے میرا ہاتھ اور بن جائیے اس پروگرام کے مسافر جس کا نام ہوا کرتا ہے "خاموش مسائل"۔ اور آج کی پوڈکاسٹ میں ہمارے ساتھ موجود ہیں ہر دلعزیز، ماہرِ نفسیات، کم عمری میں شہرت پانے والی پبلک اسپیکر، آئی ایم اے کی سی ای او "ڈاکٹر بریرہ بنتِ صالح "خوش آمدید ڈاکٹر صاحبہ "خاموش مسائل" میں۔" کیمرے کا رخ سامنے سیاہ عبایا پہنے لڑکی کی طرف ہوا، اس نے سر کو ہلکا سا خم دے کر اس رسمی سے استقبال کو قبول کیا۔

وقت کی شدید کمی کا خیال کرتے سیدھا مدعے پہ آتے ہیں۔" اس نے ہلکا سا سر خم کر کے " تائید کی۔

Clubb of Quality Content

جی تو سوال یہ ہے کہ زندگی میں اس مقام تک کیسے پہنچا جائے کہ چیزیں نظر آنا شروع ہو "جائیں؟" وہ تھوڑا آگے کو جھکی دونوں بازو موڑ کے میز کی اوپری سطح پہ رکھے، سرمئی آنکھوں میں چمک سی تھی۔

علی اس سوال کو اسلامی نقطۂ نظریہ سے دیکھیں تو ٹارگٹ یہ ہے کہ تم دنیا میں اس طرح چلو " اتنی ایمانداری کے ساتھ کہ اللہ تمہیں دکھتا ہو۔ لیکن اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو اپنی زندگی، اپنے اعمال، اپنی ہیومن سائیکولوجی کو اس لیول پہ رکھو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔" وہ ٹھہری رخ کیمرے کی جانب کیا۔

اس طرح جب آپ ایمانداری، محنت، لگن، سچائی کے ساتھ کام کریں گے۔ تو چاہے کوئی" بھی فیلڈ ہو، کوئی بھی کام ہو، قدرت آپ کو اس میں ناقابلِ شکست بنا دے گی۔ آپ کو چیزیں دکھنا شروع ہو جائیں گی۔" سامنے بیٹھے کافی پیتے لڑکے نے کافی کا مگ نیچے رکھا۔ بریرہ نے پیچھ کرسی سے ٹیک لگ لی توجہ مکمل سامنے بیٹھے لڑکے کی طرف تھی جو کچھ پوچھ رہا تھا۔

ہم میں سے اکثر لوگ گولز سیٹ کرتے ہیں، کوئی مقصد، ویژن، لیکن کچھ وقت بعد ہم" پیچھے ہٹ جاتے ہیں، سب چھوڑ دیتے ہیں ایسا کیوں ہوتا ہے؟" ساحل جواب کا منتظر تھا۔ کچھ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دیر تک خاموشی چھائی رہی۔ سرمئی آنکھیں پر سوچ سی لگ رہی تھیں، جیسے الفاظ کو ترتیب دینے کے لیے سوچ بچار کر رہی ہوں۔ اور چند لمحوں کی خاموشی کے بعد الفاظ کا سحر بکھرا تھا، دھیمی، پر سکون، آواز۔ دل کو چھو جانے والے الفاظ۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"قرآن کی ایک آیت سے مجھے معلوم پڑا کہ جو انسان کا مقصد ہوتا ہے نا ویژن یہ کبھی فوت نہیں ہو سکتا، بندہ فوت ہو جاتا ہے لیکن مقصد فوت نہیں ہوتا۔ وہ مقصد جو ختم ہو جائے وہ مقصد ہی نہیں تھا۔" وہ اپنی بات مکمل کر کے پیچھے ہوئی، چند لمحوں کے لیے دوبارہ خاموشی چھا گئی، ایک ہاتھ سے کافی کا مگ تھاما ہوا تھا، دوسرا ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھا اس کی اوپری سطح پہ پھیر رہی تھی، ابھی تک ایک گھونٹ بھی نہیں بھرا تھا۔ شہادت کی انگلی میں پہنی انگوٹھی میں جو سفید چمکتا ہیرا تھا اسے دیکھ کے سمجھنا مشکل تھا، کہ سرمئی آنکھوں کی چمک زیادہ ہے یا انگلی میں چمکتے اس ہیرے کی۔

"علی زندگی کے اندر امامت ہو، قیادت ہو، لیڈرشپ ہو، چاہے کسی بھی رول میں یہ کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اور شیطان ہمیں ہمیشہ یہ احساس دلائے گا کہ بس اب چھوڑ دو، تم نے کر دکھایا، ہو گیا۔" علی غالباً سامنے بیٹھے لڑکے کا نام تھا جو اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔ چہرے پہ جوش سا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تھا۔ بریرہ کا انداز پر سوچ تھا، وہ ٹھہر ٹھہر کے بولتی تھی، انداز ایسا ہوتا جیسے کوئی دلعزیز استاد شاگرد کو سمجھاتا ہے۔

لیکن زندگی کے رولز کے اندر ایک باپ، سیاسی لیڈر، استاد، دوست، یا ایسا کوئی بھی مقام" جہاں پہ انسان کچھ کرنا چاہ رہا ہے، لیکن کر نہیں پارہا، اس کی بس یہ کچھ وجوہات ہی ہوتی ہیں۔ وہ فیصلہ کرنا چاہ رہا ہو گا لیکن اس قابل نہیں ہو گا کہ لیڈ کر سکے، اسے جو وہ کرنا چاہ رہا ہے۔ اور کچھ کر رہے ہونگے لیکن مار بھی کھا رہے ہونگے، یعنی کچھ محاز جیت رہا ہو گا اور کچھ ہار رہا ہو گا۔

ضائع کیا ہو گا، مادی، resource اور ان میں وہ بھی ہیں جو پہنچ گئے ہونگے، لیکن اتنا جسمانی، روحانی، کہ نہ آگے بڑھنے کی ہمت ہو گی، اور نہ ہی آگے بڑھنے کو کوئی ذریعہ ہو گا، اپنے جسم نے ساتھ چھوڑ دیا ہو گا، یا پھر لوگ ساتھ چھوڑ گئے ہونگے۔"اس کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا، تاثرات کیسے تھے معلوم نہیں، لیکن سامنے بیٹھے لڑکے کو دیکھو تو اس کے چہرے پہ عقیدت سی تھی۔ آنکھوں میں عزت واحترام تھا۔ جیسا کسی استاد کے لیے ہوتا ہے۔ بریرہ نے اپنی بات آگے جاری رکھی۔

ناولز کلب

اگر آپ پروفیشنل زندگی میں نہیں ہیں، تو بھی قیادت آپ نے کرنی ہے، اپنے جسم کی" قیادت۔

یہ جسم کو چلانا آپ کی ذمہ داری ہے، اور اس میں بھی کچھ ہار جاتے ہیں، جو خودکشی کرتے ہیں، ڈپریشن میں چلے جاتے ہیں، مثبت سے نکل کر منفی میں چلے جاتے ہیں اور جسم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوبصورت انعام ہے، اسے ضائع کر دیتے ہیں۔" وہ چند لمحوں کو خاموش ہوئی، نگاہیں سامنے بیٹھے لڑکے پہ تھیں، سرمئی آنکھوں نے رخ بدلا کیمرے کی آنکھ میں دیکھا۔

"زندگی میں کچھ بننا بڑا مشکل کام ہے کیونکہ کامیابیاں قربانیاں مانگتی ہیں۔"

❁❁❁❁❁

لاہور سے دور قلات میں داؤد فیروز مٹھیاں بھینچ کے اسکرین دیکھ رہا تھا، وہاں اپنی منکوحہ کو پوڈکاسٹ میں دیکھ کر چہرہ سرخ پڑ رہا تھا، ماتھے پہ پڑے بل ضبط کی انتہا کا پتہ دے رہے تھے، آنکھیں زور سے میچ کے کھولیں، لیکن جذبات کسی صورت قابو نہیں ہوئے تو وہ ہاتھ میں

پکڑا ریموٹ پوری قوت سے اسکرین پہ مارتا تن فن کرتا باہر نکلا۔ راہدری سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا جاتا دیکھ کر زہری مینشن کی در و دیوار دم سادھ گئے تھے۔

بغیر اجازت لے کے اندر داخل ہونے والے سپوت کو دیکھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے اپنی شال درست کرتے یونس زہری کے چہرے پہ ناگوار تاثرات پھیلے۔ غالباً وہ کہیں جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ مگر وہ بغیر پرواکیے ان کی طرف بڑھا۔ غیض و غضب کا عالم یہ تھا، کہ وہ بغیر تمہید باندھے سیدھا مدعے پہ آیا تھا۔

بڑے ابا وہ لڑکی جو مجھ سے منسوب ہے، جو میرے نکاح میں ہے، وہ یوں پوڈکاسٹ کرتی" پھر رہی ہے، یہ سب میری غیرت کے خلاف ہے۔" وہ سخت طیش میں تھا۔ یونس زہری تحمل سے اس کی جانب مڑے۔

تم کیا چاہتے ہو؟" وہ اتنے تحمل سے پوچھ رہے تھے، کہ سامنے والا دانت پیس گیا۔"

"میں اپنی بیوی اپنے پاس چاہتا ہوں۔"

میں رخصتی کی بات کرتا ہوں۔" ان کا اطمینان قابلِ دید تھا۔ سامنے خاکی رنگ کے کاٹن کے کپڑوں میں ملبوس مرد نے اثبات میں سر ہلایا، سیاہ آنکھوں میں ہنوز غضب کی چنگاریاں تھیں۔

"مجھے کوئی بہانہ نہیں چاہیے، چار سال بہت ہیں، اگر اس بار بھی چچا نے رخصتی نہیں دی تو میں بتا رہا ہوں، وہ لڑکی میرے غضب سے بچ نہیں پائے گی۔" بڑے ابا کی آنکھوں میں لمحے بھر کو کوئی عجب سا تاثر ابھرا تھا۔ داؤد اپنی بات مکمل کر کے مڑا اور جانے لگا، ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا مرد گردن موڑے اس کی پشت تک رہا تھا۔ فضاء عجب گھٹن زدہ ہو گئی تھی۔

دروازے کے ہینڈل پہ رکھا اس کا ہاتھ تھما، ایک بار واپس وہ مڑا، سیاہ آنکھیں سفاک تھیں، چہرہ سپاٹ سا، الفاظ سفاک سے، لہجہ سرد سا، حلق سے ساکت کر دینے والے الفاظ نکلے۔

"یہ لڑکی میرا ضبط آزما رہی ہے، اگر اس خاندان میں ایک اور ماہ جبین کا اضافہ ہوا تو مجھے پروا نہیں ہے۔ ویسے بھی وہ ملکوں ملکوں پھرتی لڑکی اس قابل نہیں ہے کہ اسے بیوی بنایا جائے۔" اگلے ہی لمحے وہ باہر نکل گیا۔ آئینے کے سامنے کھڑا مرد ساکت و صامت رہ گیا۔ وہ

کچھ کہہ ہی نہیں پایا۔اتنا تو کہتا کہ جسے تم اس قابل نہیں سمجھ رہے وہ تمہارے نکاح میں ہے، جسے تم "لڑکی" کہہ کر پکار رہے ہو وہ تمہاری بیوی ہے۔

مگر نہیں کچھ نہیں کہا۔آج انہوں نے ان سیاہ آنکھوں میں سفاکیت کے علاوہ ایک اور جذبہ بھی دیکھا تھا۔بغاوت کا۔اس سے پہلے یہ بغاوت "زہری مینشن" کی درودیوار میں ماضی کو دہرانے کا سبب بنتی،انہیں ایک فیصلہ کرنا تھا۔یہ خاندان مزید نادانیاں نہیں سہہ سکتا تھا،اس کی بنیادیں ایک اور ماہ جبین کا بوجھ سہارنے سے قاصر تھیں۔

حلق سے نکلے الفاظ کی قیمت چکانی پڑتی ہے۔اپنے کہے الفاظ کے ذریعے انسان آزمایا جاتا ہے۔ یہاں فیصلہ ہوا تھا،اور ٹھیک اسی وقت یہاں سے دور اس اسٹڈیو میں بیٹھی چمکتے ہیرے والی انگوٹھی پہنے لڑکی کہہ رہی تھی۔

"زندگی میں کچھ بننا بڑا مشکل کام ہے کیونکہ کامیابیاں قربانیاں مانگتی ہیں۔"

ذہن مکمل تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔اس تاریکی میں کہیں دور سے کوئی آوازیں محسوس ہو رہی تھی۔چنگھاڑتی آواز پہ دماغ پہ چھائی غنودگی اترنے لگی،اس نے کسلمندی سے آنکھیں نیم وا کیں، سخت ناپسندیدگی سے تکیے کے پاس پڑا چنگھاڑتا موبائل بند کیا۔ مگر کال کرنے والا خاصہ مستقل مزاج واقع ہوا تھا۔اس مستقل مزاجی پہ چاروناچار سخت بدمزہ ہوتے ہوئے اسکرین پہ نظر ڈالی، "باس کالنگ" دیکھ کر ساری غنودگی عنقا ہوئی،اس نے موبائل کان سے لگایا،البتہ آنکھوں پہ ہنوز بازو دھرا ہوا تھا۔ کیونکہ کئی گھنٹوں کی نیند کے باعث یہ ہلکی روشنی بھی آنکھوں کو چبھ رہی تھی۔

تم مر گئے ہو؟"غراتی آواز پہ آنکھوں پہ دھرا ہاتھ ہٹا، بھنویں ناسمجھی سے اٹھی۔"

کچھ دیر پہلے تک تو زندہ تھا۔"وہ آس پاس دیکھتا بتا رہا تھا۔"

دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟ادھر اسلحہ نہیں نکلا اور تمہیں مسخریاں سوجھ رہی ہیں۔"بھک سے" نیند اڑی، حواس جاگے،اسلحہ،ذمہ داری،سات سمندر پار سے غراتی آواز۔

میں ابھی کرتا ہوں۔"انداز میں عجلت تھی۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔بس ارجنٹ میٹنگ بلاؤ۔"سخت حکم پہ تائیدی انداز میں" سر ہلا کر وہ جلدی جلدی اٹھتا پاؤں میں جیسے تیسے جوتے اڑستا باہر بھاگا۔شدید نقاہت کی وجہ سے دو سے تین بار زوردار چکر بھی آئے تھے، مگر سب نظرانداز کرتا وہ بیسمنٹ کی طرف جا رہا تھا۔فون بند ہو چکا تھا۔تیزی سے اس نے ایمرجنسی میٹنگ کا الارم بجایا،اگلی کچھ دیر میں سب جمع تھے۔سامنے دیوار گیر اسکرین پہ ایک کمرے کا منظر تھا،جس کے صوفے پہ مشتعل سامیر بیٹھا تھا۔

وہ سخت غصہ تھا۔اس کا اندازہ سب کو اس کا سرخ چہرہ دیکھ کے ہو چکا تھا۔سیاہ آنکھوں میں غیض و غضب کا طوفان امڈ آیا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اسلحہ ابھی تک نکلا کیوں نہیں؟"سب نے بیک وقت جعفر کو دیکھا تھا۔یہ زمہ داری اس کی" تھی۔

شیر دل آج رات کو ہی یہ سامان مجھے بارڈر کے پار چاہیے۔"اب کے اس کا لہجہ معتدل تھا،" تاثرات سپاٹ تھے۔جعفر نے آنکھیں میچیں،سالوں سے جو کام،عہدہ اس کے نام تھا،ایک لمحہ لگا تھا کسی اور کے نام ہوتے۔

باس۔۔۔۔"جعفر نے کچھ کہنا چاہا، مگر ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے بیٹھا مرد اس کی بات درمیان میں ہی قطع کر گیا۔

کوئی معافی، کوئی وضاحت نہیں۔ تم مجرم ہو اور جرم بھی نا قابلِ تلافی ہے، تمہاری نا اہلی کی" وجہ سے آج میں اپنی زبان کا پاس کھو دیتا جعفر صادق۔"اس کا لہجہ درشت تھا۔ جیسا ایک سخت گیر استاد کا شاگرد کی غلطی پہ ہوتا ہے۔ جیسا ایک حکمران کا محکوم کی نافرمانی پہ ہوتا ہے۔ جعفر نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں اوخدایا یہ کیا ہو گیا تھا؟ وہ کیسے اتنا لاپرواہو سکتا ہے۔ جو اسلحہ کل رات نکلنا تھا تا کہ وقت سے پہلے پہنچ سکے، اور اگر درمیان میں کوئی مسئلہ در پیش ہو تو بھی وقت پہ پہنچ سکے۔ اور اس کی بھولپن کی وجہ سے نہیں نکل سکا تھا۔

باس اسے پچھلے تین گھنٹوں سے بخار تھا۔"شیر دل نے دفاع کرنا چاہا۔ مسفرہ، اقراء، اور" یوسف ہنوز لب سیے بیٹھے تھے۔

بخار صبح سے تھا، اور اسلحہ رات کو نکلنا تھا۔"اسے سب خبر تھی۔ سات سمندر پار بھی وہ ان" کی سب خبر رکھتا تھا۔ جعفر کا سر مزید جک گیا۔ غلطی سراسر اس کی تھی۔ یہ اس شہنشاہ کی اعلیٰ ظرفی تھی، کہ دوستی کا مان رکھ رہا تھا، ورنہ معافی دینا اس کی فطرت میں ہی نہیں تھا۔

Clubb of Quality Content

میں اسی دنیا میں ہوں، تم سب کو یہ یاد رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔"سخت نظر دائیں بائیں" کرسیوں پہ بیٹھے یوسف اور مسفرہ پہ ڈالی۔ جو نظریں میز کی اوپری سطح پہ مرکوز کر گئے تھے۔

اگر آئندہ ایسی حرکت کی تو میں بذات خود دونوں کو اپنی بندوق سے بھون دوں گا۔ آئی" سمجھ؟"اس کا اشارہ بندوق تاننے والے واقعے کی طرف تھا۔ جعفر نے ناسمجھی سے سب کو دیکھا، وہ دونوں معصومیت سے اثبات میں سر ہلا گئے۔ شیر دل سر جھکائے مسکراہٹ دبا رہا تھا۔ اور اقراء وہ اسکرین کے بالکل سامنے والی کرسی پہ بیٹھی تھی۔ نظریں خالی میز کا طواف کر رہی تھی، گود میں رکھے ہاتھوں میں لرزش سی تھی۔

مس ناصر۔۔۔"شہنشاہ نے پکارا تو رعایا نے بمشکل چہرہ اٹھایا۔"

"میں ایک نمبر بیجھ رہا ہوں وہ شام تک مجھے ہیک چاہیے۔"

یس سر۔"اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے یوں کہا کہ بمشکل لب ہلے تھے۔ اگلے ہی" لمحے اسکرین تاریک ہو گئی۔ وہ خوبرو شخص اس تاریک اسکرین کے پیچھے عدم ہو گیا، میٹنگ روم میں بیٹھا ہر شخص خاموش تھا۔ سفاک سرد سی خاموشی۔ پھر ایک ایک کرتے وہ وہاں

Clubb of Quality Content

سے نکلتے گئے، دو لوگ جھکے سر کے ساتھ وہیں بیٹھے رہ گئے تھے۔ ایک کا دل اپنی لاپروائی پہ ملامت کر رہا تھا۔ تو دوسرا دل یوں تھا جیسے کسی نے مٹھی میں پکڑ کے بھینچ لیا ہو۔

تخت خالی تھا، تخت کا مالک سات سمندر پار جانے کہاں تھا؟ قصر الحریۃ کے احاطے میں سازش و غداری کی بو پھیل رہی تھی۔

❁❁❁❁❁

یہ ایک کمرے کا منظر تھا۔ کمرا اندھیر تھا، اور اس اندھیر کمرے کے بیچ و بیچ کوئی نسوانی وجود کھڑا تھا، سیل فون کان سے لگایا ہوا تھا، نظریں دروازے پہ ٹکی تھیں، تاثرات تھوڑے گھبرائے گھبرائے سے، انداز چوکنا اور عجلت بھرا تھا۔

میں دو دن سے جہاں بھی تھی اسے چھوڑو، بس اتنا جان لو کہ وہ ابھی تک نہیں آیا۔""""

تھوڑی دیر کو خاموشی چھا گئی، وہ بار بار اپنا ہاتھ ماتھے پہ پھیر کے نادیدہ پسینہ صاف کر رہی تھی۔

مجھے نہیں پتہ کہاں گیا ہے یا کب آئے گا، لیکن یہ ضرور پتہ ہے کہ آج کے بعد تم مجھے کال" نہیں کروگی۔"اس کا لہجہ مضبوط تھا، آواز سے کہیں سے بھی نہیں لگ رہا تھا کہ وہ گھبرائی ہوئی ہے۔

اگر تم نے کال کی تو میں باس کو خود سب بتادوں گی۔"مقابل کی جانب سے کچھ کہا گیا، اس" نے تحمل سے سنا، تاثرات سپاٹ ہو گئے تھے۔

مجھے بلیک میل کرنے کی حماقت مت کرنا، موت سے میری یاری ہے، اپنا سوچو یہاں باس" کو میں مطلع کروں گی وہاں تمہاری روح پرواز کر جائے گی۔"بغیر کچھ سنے اس نے کھٹاک سے کال کاٹ دی، سپاٹ تاثرات والا چہرہ اوپر اٹھایا، تو دروازے پہ ایستادہ شخص کی دیکھ کر گویا روح پرواز کر گئی تھی۔ ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی دوڑی، چہرہ مکمل سرخ پڑ گیا، وہ ساکت رہ گئی تھی، بمشکل تھوک نگل کر حلق تر کر آگے بڑھی۔ مگر مقابل کے کرخت تاثرات دیکھ کر کچھ کہنے کی ہمت نہیں جتا پائی تھی۔

❀❀❀❀❀

Clubb of Quality Content

سردیوں کی نرم گرم دھوپ شہرِ لاہور پہ چھا گئی تھی۔ سرمئی سڑکوں پہ بہتا ٹریفک، گاہکوں کو آوازیں لگاتے دکان دار، ہر شئے میں بھاؤتاؤ کرتے گاہک، گرم کپڑوں، سوئیٹرز پہ لگی سیل، وہ خریدنے کے لیے خریداروں کی بھرمار، شان سے کھڑی بے نیاز عمارتیں، اوران سب کے درمیان بریرہ بنتِ صالح کی گاڑی ابراھیم ہاؤس کی جانب رواں دواں تھی۔ باہر کے شور شرابے سے یکسر مختلف گاڑی کے اندر گہری گھمبیر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ نقاب سے جھانکتی سرمئی آنکھیں سرمئی سڑک پہ مرکوز تھی، ہاتھ مضبوطی سے اسٹیئرنگ پہ جمے ہوئے تھے۔ دفعتاً اس خاموشی میں ارتعاش برپا ہوا، گنگناتے فون کی اسکرین پہ بابا کالنگ دیکھ کر وہ کال اٹھا کر فون اسپیکر پہ ڈال گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بریرہ کہاں ہیں آپ؟"ان کے لہجے میں عجلت، اور کچھ بے چینی سی بھانپ کر سرمئی" آنکھیں سکڑیں۔

جناح روڈ پہ ہوں بابا، بس گھر جا رہی تھی۔" تفصیلی جواب دیتے ہوئے اس نے مہارت" سے موڑ کاٹا۔

ایسا کریں آفس آئیں لنچ ساتھ کریں گے۔"ان کے لہجے میں کچھ تو تھا جو غیر معمولی سا تھا۔"

جیسے وہ پریشان سے ہوں۔

"بابا خیریت؟"

بیٹا میں انتظار کر رہا ہوں۔آپ آئیں پھر بات ہو گی۔"اگلے ہی لمحے کال کاٹ دی گئی۔وہ"

بھی گہری سانس بھر کر گاڑی آفس والے روٹ پہ ڈال گئی تھی۔سرمئی آنکھیں پر سوچ

تھیں۔کچھ تو تھا جو غیر معمولی تھا۔کچھ انہونی،عجیب سا تھا۔

❁❁❁❁❁

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

یہ تم نے کیا کر دیا؟"بظاہر ایک جملہ لیکن اس ایک جملے میں کیا کچھ نہ تھا۔مان ٹوٹنے کا درد،"

کسی اپنے کی احسان فراموشی کا دکھ،دوست کی غداری کا زخم،کسی بہت اپنے کی جانب سے دیا

جانے والا دھوکا۔ان سب جذبات نے مل کر لہجہ عجب سے کر دیا تھا۔

تم غلط سمجھ رہے ہو۔ایسا ایسا۔۔۔"مقابل کی آنکھوں کے تاثرات دیکھ کر کچھ کہتے کہتے"

اس کی آواز لرز گئی۔وہ صفائی دینا چاہتی تھی لیکن کیا کہتی؟کیا کہنے کو کچھ رہتا تھا؟

اس نے کیا مانگا تھا؟ وفاداری۔ تم اسے یہ بھی نہیں دے سکی؟"ٹوٹے بھروسے کی کرچیوں" نے آنکھوں میں پانی سا بھر دیا۔ نیم اندھیرے میں کھڑا وجود اس بے اعتباری پہ رو پڑا تھا۔

"میرا بھروسہ۔۔۔۔۔"

بھروسہ ؟" قطع کلامی کرتے اس نے سوالیہ انداز میں یہی لفظ دہرایا۔ پھر اجنبیت سے " دہرایا، پھر تمسخر سے دہرایا، ایک بار۔ دو بار۔ پھر بار بار۔ اور آخر میں ہنس پڑا۔ ہنسی میں اذیت سی تھی۔ وہ دہلیز کے اُس پار نیم اندھیرے میں سر جھکائے کھڑی رو رہی تھی۔ اذیت ہی اذیت سی تھی۔

اس نے کہاں سے کہاں تک پہنچایا، اور بدلے میں کیا وہ غداری ڈیزرو کرتا ہے؟ کچھ تو۔۔۔" کچھ تو خیال کیا ہوتا۔" وہ ملامت کر رہا تھا۔ اور سامنے کھڑی لڑکی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

❁❁❁❁❁

سفید دیواروں اور گلاس والے آفس میں گہری گھمبیر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔اس خاموشی میں بس قدموں کی دھمک تھی، جو دائیں سے بائیں جاتے صالح ابراھیم کے قیمتی جوتے پیدا کررہے تھے۔دفعتاً گلاس وال سے نیچے پارکنگ میں رکتی سیاہ گاڑی کو دیکھ کر اضطراب زدہ سے قدم ٹھہرے، اب وہ دونوں ہاتھ پشت پہ باندھے سیاہ عبایا کے ساتھ نیلے اوور کوٹ میں ملبوس لڑکی کو عمارت کے اندرونی جانب بڑھتا دیکھ رہے تھے۔اندرونی جانب اسے غائب ہوتے دیکھ وہ اپنی کرسی کی جانب بڑھ گئے۔گلاس وال سے سورج کی نرم گرم شعائیں میز سے تھوڑا فاصلے پہ گر کر پلٹ رہی تھیں۔کچھ دیر بعد شیشے کا دروازہ کھلا، پاور چیئر پہ بیٹھے صالح ابراھیم ہنوز فائلز کی طرف متوجہ رہے، وہ متوازن چال چلتی ان کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھی۔چہرے سے نقاب ہٹالیا۔نظریں کئی بار دیکھ چکے آفس کا اس طرح جائزہ لے رہی تھیں جیسے پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔

بند مٹھی سے کسی ریت کی مانند وقت دونوں نفوس کے درمیان سرک رہا تھا۔

بابا مجھے بھوک لگی ہے۔" بالآخر وہ کہہ گئی۔صالح ابراھیم نے ابھی بھی اس کی جانب نہیں" دیکھا۔بغیر اس پہ نظر ڈالے انہوں نے انٹر کام اٹھا کے لنچ کا آرڈر دیا۔وہ اجتناب کررہے

تھے۔یعنی معاملہ گھمبیر ہے۔ایک عجیب بے کلی، بے چینی، سی تھی جو بریرہ بنتِ صالح نے یکلخت اپنے اندر اترتی محسوس کی تھی۔

وہ بغیر کچھ کہے اٹھ کھڑی ہوئی گلاس وال کے سامنے کھڑی وہ سامنے شان سے کھڑی عمارتوں کو دیکھ رہی تھی۔ سرما کی دھوپ کا راستہ رک گیا تھا،اب میز کے بجائے اس کے چہرے پہ پڑ کے پلٹ رہی تھی۔

صالح ابراھیم کی پر سوچ نظریں اس کی پشت پہ تھیں۔

وہ ان کی چہیتی بیٹی تھی۔دنیا میں عزیز ترین ہستی۔فنیا کی واحد ہستی جس کے لیے انہوں نے اپنا آرام،اصول،سب پسِ پشت ڈال دیا۔لیکن وہ بھول گئے تھے کہ اولاد کے زریعے بھی آزمائش ہوتی ہے۔آج جب آزمائش اتری تھی اس کے سامنے وہ اپنی بات خاک کرتے وہ تو نظر بھی نہیں اٹھا پا رہے تھے۔

کچھ دیر بعد میز پہ کھانا لگا دیا گیا تھا۔دروازہ بند ہونے کی آواز پہ وہ ان کے پکارنے سے قبل ہی ہاتھ دھو کے آ گئی۔صالح ابراھیم دیکھتے رہے وہ کچھ نہیں کہہ رہے تھے،تو وہ بھی خاموش تھی۔وہ یک ٹک اسے دیکھے جا رہے تھے،دونوں میں کتنی مماثلت تھی۔وہ بھی تو ایسی تھی،

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نرم مزاج، دھیما بولنے والی، اونچے خواب دیکھنے والی، بس ایک بات مختلف تھی کہ اس نے صرف اونچے خواب دیکھے اور بریرہ بنتِ صالح نے خون پسینہ بہایا تھا ان خوابوں کو حقیقت میں بدلنے کے لیے۔ کسی ٹرانس کی کیفیت میں ان کے حلق سے الفاظ نکلے تھے۔

بریرہ کیا تمہیں ماہ وش یاد ہے؟" منہ میں نوالہ لے کر جاتا ہاتھ ساکت ہو گیا اور پھر وہ نوالہ" منہ میں لینے کے بجائے دوبارہ پلیٹ میں رکھ گئی جیسے یہ نام سن کر ہی پیٹ بھر چکا ہو۔ آنکھوں میں اداسی، پریشانی، حیرت و استعجاب جیسے ایک ساتھ کئی تاثرات ابھرے تھے۔ اس کی آنکھیں واقعی کمال تھیں۔ گہری، بولتی، پراسرار سی۔ ایسی کہ ان پہ کوئی سو مرتبہ بھی دل ہارے تو کم ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

جی۔" بمشکل لب ہلے اور ایک لفظ ادا ہوا تھا۔ بھلا کوئی اپنی ماں کو بھول پایا ہے؟"

آپ اور وہ ایک جیسی ہیں۔ بالکل ایک جیسی۔ وہ بھی زہری خاندان میں سب سے مختلف" تھی۔ اس کے خواب اونچے تھے۔ وہ اس طاغوتی نظام سے سخت متنفر تھی۔" یہ تمہید کسی گھمبیر مسئلے کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔ بریرہ بنتِ صالح نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

ماہ جبین کی طلاق کے بعد وہ مجھے کہتی رہی کہ "زہری مینشن" سے چلیں کئی دور جہاں روایات کی بیڑیاں نہ ہوں۔ جہاں انسانی حقوق حذف کرنے والے کوئی نہ ہوں۔ جہاں اللہ کا اتارا گیا دین نافذ ہو نہ کہ روایات کے نام پہ بدعت عام ہو۔" وہ اسے بتا رہے تھے۔ انداز رنجیدہ تھا۔ آج بہت عرصے بعد ان کا کیوں اس طرح ذکر کر رہے تھے؟ بریرہ لہجہ شناس تھی اسے ان کے لہجے کے غیر معمولی ہونے کا اندازہ تھا۔ وہ مزید کہہ رہے تھے۔

میں نے اس کی بات کو کبھی اہمیت نہیں دی۔ میں جتنا پڑھا لکھا سہی لیکن کئی اندر میں ان" روایات میں جکڑا ہوا تھا۔ پھر جانتی ہو کیا ہوا تھا؟" وہ خاموش ہوئے۔ توقع کے بر خلاف جواب بہت جلد موصول ہوا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

میں پیدا ہوئی تھی۔" اس کا انداز سادہ تھا۔ صالح ابراھیم کے چہرے پہ رنجیدگی تھی۔ جیسے" ماہ وش کی بات کو اہمیت نہ دینے کا ملال ہو۔

ہاں! بریرہ بنتِ صالح پیدا ہوئی تھی۔" وہ مسکرائے، آنکھوں میں پدرانہ شفقت کا سمندر" اُمڈ آیا تھا۔ میز پہ رکھا کھانا یوں ہی پڑا تھا۔ جن کے لیے لایا گیا تھا انہیں یاد ہی نہیں رہا تھا۔

"آپ کو پہلی بار اٹھاتے ہی میری روح میں سکون سا اترا تھا۔ مجھے اس لمحے لگا تھا آج صالح ابراھیم مکمل ہو گیا۔ بریرہ میرا بچہ آپ کو دیکھتے ہی میرا دل محبت سے بھر دیا گیا تھا۔" وہ ایسی باتیں کیوں کر رہے تھے؟ اس کے بابا اسے بتا رہے تھے کہ وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔ اسے سرشار ہونا چاہیے تھا، مگر سامنے بیٹھی لڑکی کا دل کیا یہاں سے بھاگ جائے۔ عجیب گھٹن کا احساس کمرے میں بڑھتا جا رہا تھا۔ صالح ابراھیم مزید کچھ کہہ رہے تھے۔ ان کے اگلے جملے سن کر بریرہ کو اپنی سانس رکتی محسوس ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے۔

"لیکن اس لمحے ایک خوف میرے دل میں اترا تھا۔ آپ کو دیکھ کر جو سرشاری میری روح میں اتری تھی وہ اگلے ہی لمحے اس خوف کی لپیٹ میں دم توڑ گئی۔ بریرہ اس لمحے جانتی ہو مجھے کیا یاد آیا تھا؟" وہ بھاری ہوتے سر کے ساتھ نفی میں سر ہلا گئی۔ صالح ابراھیم اب گلاس وال کی طرف جا رہے تھے بریرہ کو لگا ان کے قدم لڑکھڑا رہے ہیں ان کے لیے کھڑا رہنا محال ہے۔ اور واقعی وہ کھڑے نہیں رہ پائے تھے گلاس وال کے قریب رکھے صوفے پہ بیٹھے۔ بریرہ کرسی موڑ کے اپنا رخ بھی ادھر کر گئی وہ انہیں دیکھ رہی تھی اور وہ باہر دیکھ رہے تھے۔ اس نے دیکھا ان کے ہونٹوں میں جنبش ہوئی ہے ہوا کے دوش پہ کچھ فاصلے پہ بیٹھی لڑکی کی سماعت حلق سے نکلے الفاظ سے مستفید ہوئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مجھے اس لمحے ماہ جبین یاد آئی تھی۔"ان کی آواز لرز گئی تھی۔ بریرہ کو لگا وہ سانس نہیں لے سکے گی۔وہ بچی نہیں تھی وہ سمجھ رہی تھی۔اسے سب سمجھ آرہا تھا۔گتھی سلجھ رہی تھی۔

اور اس بیٹی کو یہ یاد ہوگا نا کہ اس خاندان کی طلاق یافتہ یا بیوہ کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا") ہے؟"داؤد فیروز کا کہا جملہ لفظ بہ لفظ سماعتوں میں گونجا تھا۔(

اس نے گہرا سانس بھرا۔ایک بار۔دو بار۔کئی بار۔پھر وہ کھڑی ہوئی چلتے ہوئے بالکل صالح ابرھیم کے سامنے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھ کر گلاس وال سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوئی۔

میں اس کی ماں ہوں اسے بہتر جانتی ہوں تم اگر اس کی بیوی رہنا چاہتی ہو تو یہ آوارہ") گردیاں چھوڑ دو کیونکہ وہ صالح ابراھیم کی طرح نہیں ہے۔"اسے یاسمین ممانی کی بات بھی ازبر تھی۔(

وہ خاموش تھے۔کچھ نہیں کہہ رہے تھے۔کچھ بھی نہیں۔یوں جیسے ان کے خدشات ان کی قوتِ گویائی چھن گئے تھے۔ان کا سر جھکا ہوا تھا کندھے ڈھلکے ہوئے تھے۔اس لمحے بریرہ بنتِ صالح پہ ادراک ہوا تھا کہ اولاد کا دکھ والدین کو وقت سے پہلے بوڑھا کر دیتا ہے۔

"بابا آپ حکم کریں۔آپ کیا چاہتے ہیں؟"ان کا جھکا سر اٹھا۔آنکھوں میں سرخ ڈورے تھے۔

"میں نے رخصتی کے لیے ہاں کر دی ہے۔"ان کی بات سن کر بھی وہ ہنوز ایسے ہی کھڑی رہی۔ان کی تمہید سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ معاملہ ایسا ہی کچھ ہے۔لیکن پھر وہ اتنا رنجیدہ کیوں تھے؟

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"شادی سے پہلے ہی تم سب چھوڑ رہی ہو۔"یہ التجاء تھی؟نہیں یہ حکم تھا۔سامنے کھڑی لڑکی نے ٹیک چھوڑا۔وہ مزید کہہ رہے تھے۔

"زہری خاندان کی روایات کی پاسداری ہمیں ہر حال میں کرنی ہے۔لاہور میں شفٹ ہونے کے بعد بھی ہمارا اصل وہی ہے۔بریرہ تم آئی ایم اے چھوڑ دو۔ورنہ میرے خوف سچ ہو جائیں گے،میں اپنی بیٹی کو ان روایات کی بھینٹ چڑھتے نہیں دیکھ سکتا بریرہ۔"وہ پہلے سے

یکسر مختلف سپاٹ انداز میں حکم دے رہے تھے۔اور پھر بات کرتے کرتے آخر میں ان کا لہجہ لرز سا گیا تھا۔زندگی میں پہلی بار تھا جب بریرہ نے خود کو بے بس محسوس کیا تھا۔

مجھے لفظ "آزادی" سے متعارف کرا کے میرے ساتھ ایسا تو نہ کریں بابا۔" وہ گھٹنوں کے بل ان کے سامنے زمین پہ بیٹھ کے دونوں ہاتھ ان کے گھٹنے پہ رکھ کے کہہ رہی تھی۔ان کا دل ایسے ہوا گویا برچھی سے پارہ پارہ کر دیا گیا ہو۔بے ساختہ اسے اٹھانے آگے کو جھکے تھے مگر ٹھہر گئے۔بریرہ بنتِ صالح کچھ کہہ رہی تھی۔اس کے الفاظ کی سفاکیت تھی، لہجے کا مستحکم ہونا، یا پھر کچھ اور فضاء میں ہر شئے ساکت رہ گئی تھی۔

آپ کو لگتا ہے میں اور اماں ایک جیسے ہیں۔نہیں بابا بریرہ مختلف ہے۔ان سے یکسر مختلف۔" میں آپ کو بتاؤں ہم میں کیا مختلف ہے؟" وہ ان کے گھٹنے پہ ہاتھ رکھے سر اٹھائے مستحکم لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"زہری مینشن کے مکینوں کی طرح ان کی سوچ بہت چھوٹی تھی بابا۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بریرہ۔" صالح ابراھیم کے چہرے پہ واضح ناپسندیدگی آئی تھی اسی لیے واضح اسے ٹوک گئے۔ مگر وہ بغیر کوئی اثر لیے کہہ رہی تھی۔ یہ پہلی بار تھا جب وہ باپ بیٹی ایک بات پہ متفق نہیں تھے۔

انہوں نے صرف اپنا سوچا، اپنے لیے اپنی اولاد کے لیے ان روایات سے بھاگنا چاہا۔ لیکن ایک ہی گھر میں رہتے انہوں نے خالہ امی کے لیے کبھی آواز نہیں اٹھائی، وہ چاہتی تو کر سکتی تھیں بابا وہ بڑے ابا کی لاڈلی بیٹی تھیں۔"

"وہ ماں ہے تمہاری۔" وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑے ہوئے، وہ کانپ رہے تھے ان کی آواز کانپ رہی تھی۔ بے ساختہ بریرہ نے اپنے خالی ہوتے ہاتھوں کو دیکھا۔ وہ پر شفقت لہجہ، وہ شفیق چہرہ، وہ ان کے ہاتھوں کے لمس سے محسوس ہوتی پدرانہ محبت، ایک سچ اور سب بدل رہا تھا۔ اسے کسی سیشن میں اپنے ہی کہے گئے الفاظ یاد آئے تھے۔

(زندگی میں ہر وقت ہر لمحے لیے خود کو تیار رکھیں۔ یہ زندگی جہاں پھولوں کی سیج ہے وہی یہ کانٹوں بھرا خاردار راستہ ہے۔ کب کیسے کونسے حالات آجائیں معلوم ہی نہیں ہوتا۔ ایسا

وقت بھی آئے گا جب کوئی نہیں ہوگا۔سب چھوڑ جائیں گے۔ جیسے یوسفؑ کو کنویں میں پھینک گئے تھے۔ایسا وقت بھی آئے گا جب عزتیں داؤ پہ لگ جائیں گی۔ جیسے یوسفؑ اپنی عزت بچانے کو جیل گئے تھے۔یہ مشکل سفر ہے بیٹا اس میں غیرت کو للکارا جائے گا، عزتیں داؤ پہ لگے گی، حسد ہوگا، سازشیں ہونگی، تنقید کا بازار گرم ہوگا۔یہ سب جھیلنا ہے۔ان سب کے لیے دل وسیع کرنا پڑے گا۔یہاں لوگ آپ کو بھول بھی جائیں گے، یہ سفر آسانیوں کا سفر نہیں ہے۔)

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"معذرت کے ساتھ لیکن یہی حقیقت ہے بابا۔میں ان سے مختلف ہوں۔میرے خوابوں میں کبھی بریرہ نہیں تھی۔ہمیشہ میری سوچ میرے خاندان سے شروع قوم پہ ختم ہے۔"وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔صالح ابراھیم گلاس وال سے سے باہر دیکھ رہے تھے۔سورج کی کرنیں ان کے سینے پہ پڑ کے پلٹ رہی تھی۔دل جیسے کسی نے جھلسا دیا ہو۔

"آپ رخصتی دے رہے ہیں۔ بابا مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرا وعدہ ہے میں یہ رشتہ نبھانے کی پوری کوشش کروں گی۔" وہ وعدہ کر گئی تھی۔ صالح ابراھیم کو یوں محسوس ہوا جیسے تپتے صحرا میں کسی شجر کا سایہ میسر آگیا ہو۔

"لیکن بابا میں آئی ایم اے نہیں چھوڑ سکتی۔" اس کے اگلے جملے نے دوبارہ انہیں ساکت کر دیا تھا۔ وہ وعدہ کر گئی تھی اور سب جانتے تھے کہ بریرہ بنتِ صالح ہمیشہ وعدہ وفا کرتی ہے۔

پھر یہ ضد کیسی؟

"یہ سب مجھے اللہ نے دیا ہے۔ اور اسے میں نے اولاد کی طرح رکھا ہے۔ بابا یہ عمارت نہیں ہے میرے خوابوں کی بنیاد ہے۔ اس کی بنیاد میرے خون پسینے سے رکھی گئی ہے۔ اور اب میں اس سے کیسے دستبردار ہو جاؤں؟" وہ عین ان کے سامنے کھڑی سوال کر رہی تھی۔ اس کے لہجے میں عزم دیکھ کر صالح ابراھیم کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ اس کے سوال کا وہ کوئی جواب نہیں دے سکے تھے۔ اس لمحے سرمئی آنکھوں کو دیکھ کر انہیں ادراک ہوا تھا۔ وہ واقعی ماہ وش سے مختلف تھی۔ یکسر مختلف۔

Clubb of Quality Content

یہ سلطنت میری ہے، یہ "تخت" میرا ہے۔میں ملکہ ہوں۔"اس نے ان کی آنکھوں میں" جھانکا۔آج صالح کو اسے دیکھ کر کسی اور بریرہ کا گمان ہوا تھا۔

ایسی ملکہ جو جان دے دیتی ہے لیکن تخت نہیں دیتی۔"اس کے لہجے میں بغاوت بھانپ کر" کاٹو تو بدن میں لہو نہیں کے مصداق صالح ابراھیم شل رہ گئے تھے۔بریرہ نے جھک کر ان کا دائیاں ہاتھ تھام کر احترام سے بوسہ دیا، اور پلٹ گئی۔وہ وہیں کھڑے رہ گئے تھے۔ساکت، صامت، شل۔

میز پہ رکھا کھانا ادھورا رہ کے ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔آفس کی در و دیوار یاسیت زدہ ہو گئی تھی۔سفید دیواروں سے کچھ دیر پہلے کے الفاظ کی بازگشت گونج رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

یہ سلطنت میری ہے، یہ "تخت" میرا ہے۔میں ملکہ ہوں۔ایسی ملکہ جو جان دے دیتی "
"ہے لیکن تخت نہیں دیتی۔

❁❁❁❁❁

جاری ہے۔

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP: